Course Title: Iqbal Studies

BS Persian Semester VI

Session 2017-2021

Course Code: Maj/Per 307

Credit Hrs: 03

ساحل افتادہ گفت گرچہ بسی زیستم
ہیچ نہ معلوم شد آہ کہ من کیستم

موج ز خود رفتہ ای تیز خرامید و گفت
ہستم اگر می روم گر نروم نیستم

زندگی و عمل ص ۱۵۰

تمہید | اقبال نے یہ نظم جرمنی کے مشہور اسرائیلی شاعر ہنیرچ ہائینا کی نظم کے جواب میں لکھی ہے۔

ہائینا ۱۷۹۷ء میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ جوانی میں اپنے چچا کے پاس آیا جو جرمنی کے مشہور تجارتی شہر ہیمبرگ میں بہت بڑے پیمانہ پر تجارتی کاروبار کرتا تھا، چچا نے اس کو اپنی فرم کا منتظم بنا دیا۔ لیکن خوش قسمتی سے تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ اپنی چچازاد بہن ایمیلی پر عاشق ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تجارتی امور میں کوئی دلچسپی نہ لے سکا۔ جب اسکے چچا نے یہ رنگ دیکھا تو اُسے بان (Bonn) یونیورسٹی میں قانون پڑھنے کے لئے بھیجدیا۔ یہاں آکر اُس نے قانون کے بجائے شاعری شروع کر دی (فراقِ جاناں میں عاشق، شاعری کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا ہے) اور بادیہ پیمائی کا آغاز ہو گیا۔ یعنی بان سے چل کر گوٹنجن میں آیا۔ وہاں بھی دل نہ لگا تو دوسرے قصبہ میں چلا گیا، لیکن اس جگہ بھی چین نصیب نہ ہوا۔ ایک دوست سے کسی عورت کے سلسلہ میں رقیبانہ جنگ (duel) ہو گئی۔ وہاں سے برلین آیا اور مشہور عالم فلسفی ہیگل کے درس میں شامل ہو گیا۔ یہاں آکر پھر شاعری کا جنون تازہ ہو گیا۔ دوستوں کے سمجھانے سے شاعری کے ساتھ ساتھ قانون کا مطالعہ بھی شروع کیا اور ۱۸۲۵ء میں برلین یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۸۳۱ء میں اُس نے پیرس کو اپنا مستقل وطن

بنا لیا۔ جس طرح حزین نے بنارس کی صبح کو دیکھکر یہ فیصلہ کیا تھا کہ جس شہر کا ہر برہمن بچہ لچھمن اور رام ہو، اُسے چھوڑ کر دل حزیں کہاں چین پا سکتا ہے۔

۱۸۳۴ء میں اس کی ملاقات ایک ادنیٰ درجہ کی عورت سے ہوئی، جو ایک دکان میں بطور خادمہ کام کرتی تھی، نہ صورت نہ سیرت نہ تعلیم نہ تربیت نہ لیاقت نہ ذہانت۔ لیکن اس کے باوجود ہائینا اس کا اس درجہ گرویدہ[1] ہو گیا کہ سات سال تک عاشقانہ زندگی بسر کرنے کے بعد ۱۸۴۱ء میں اس کو اپنی منکوحہ رفیقۂ حیات بنا لیا۔ اس عورت نے جس کا نام میتھیلڈ تھا، اپنے شوہر کی زندگی کو نہایت مطمئن بنا دیا اور جب ۱۸۴۸ء میں ہائینا ریڑھ کی ہڈی کے مرض میں مبتلا ہوا، تو ۱۸۵۶ء تک یعنی "تادمِ وفات چارپائی سے نہ اُٹھ سکا۔ اس طویل عرصہ میں اسکی بیوی نے اسکی خدمت اور تیمارداری ایسی تندہی اور جانفشانی کے ساتھ کی کہ محبت اور رفاقت دونوں کا حق ادا کر دیا۔

ہائینا کی شاعری پر نطشہ کا تبصرہ یہ ہے کہ "جرمنی نے ہائینا اور مجھ سے بڑا آرٹسٹ پیدا نہیں کیا"۔ بلاشبہ ہائینا عاشقانہ شاعری کا امام ہے۔ چنانچہ گاٹیئر لکھتا ہے کہ اس کی شاعری میں قدیم اسلوبِ بیان اور جدید عاشقانہ تصورات کا نہایت خوشگوار امتزاج پایا جاتا ہے"۔

---

[1] اس سے ثابت ہوا کہ محبت واقعی اندھی ہوتی ہے، اِسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ:-

"عشق نہ جانے ذات کذات"

تمام نقادانِ فن کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر عاشق کی نفسیاتی کیفیات کا بیان کسی شاعر کی نظموں میں نہیں مل سکتا۔

مطلب | ساحلِ بحر نے (جو روزِ آفرینش سے سکون کی حالت میں ہے) یہ کہا کہ مجھے آجتک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میں کون ہوں۔ یعنی میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟

ایک موج نے جو جذبۂ عمل سے سرشار (از خود رفتہ) تھی۔ جب یہ بات سُنی تو بڑی تیزی سے اٹھی اور یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ میری زندگی تو حرکت و عمل (رفتن) پر منحصر ہے۔ اگر میں ساکن ہو جاؤں تو فنا ہو جاؤں گی۔ مطلب یہ ہے کہ زندگی دراصل عمل (جد و جہد) کا دُوسرا نام ہے"۔

الملکُ لِلّٰہ ص ۱۵۰

تمہید | اقبال نے اس مختصر نظم میں اسلامی تاریخ کے ایک مشہور واقعہ کو اپنے مخصوص اور دلکش انداز میں قلمبند کیا ہے۔ چونکہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کے سمجھنے میں کسی قسم کی دماغی کاوش درکار نہیں ہے اسلئے ہماری قوم کے اکثر افراد اس نظم سے آگاہ ہیں۔

مطلب | جب طارق نے ساحلِ اندلس پر اتر کر اپنے جہازوں میں آگ لگا دی تو بعض لوگوں نے اُس سے یہ کہا کہ تیرا یہ فعل اقتضائے عقل کے خلاف ہے۔ اگر کسی وجہ سے واپس جانا پڑ جائے تو کیا صورت ہو گی؟ اسی لئے ہماری شریعت نے بھی

ترکِ اسباب کا حکم نہیں دیا، یہ دُنیا، عالمِ اسباب ہے اور واپسی کے لئے سبب (کشتی) کا ہونا لازمی ہے)

جب طارق نے یہ مشورہ سُنا تو ہنسا اور اپنی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہنے لگا:-

ع ہر مُلک مُلکِ ماست کہ مُلکِ خدائے ماست

اس مصرع کو دو طرح پڑھ سکتے ہیں:-

(۱) ہر مُلک، مُلکِ ماست کہ مُلکِ خدائے ماست

(۲) ہر مُلک، مِلکِ ماست کہ مِلکِ خدائے ماست

مطلب دونوں صورتوں میں یہی ہے کہ جب ہم خدا کے ہیں یعنی خدا ہی کے نام کو بلند کرنے کے لئے جی رہے ہیں، تو لامحالہ وہ ہمارا ہے۔ اور جب وہ ہمارا ہے تو اس کا سارا ملک ہمارا ہے، یا اس کی ساری مقبوضات ہماری ہیں۔ پس خواہ ہم مراقش میں رہیں یا اندلس میں، حجاز میں یا عراق میں، چین میں یا ہندوستان میں، ساری دُنیا ہماری ملک ہے، ساری دُنیا ہمارا وطن ہے۔

طارق بن زیاد بن عبداللہ مشہور مراقشی (بربری) قائد تھا جس نے موسیٰ بن نصیر سپہ سالارِ مغرب کی زیرِ ہدایت سات ہزار مجاہدوں کو لیکر رجب ۹۲ھ (اپریل ۷۱۱ء) میں ساحلِ اندلس پر قدم رکھا اور دو سال کی قلیل مدت میں تمام جنوبی اندلس کو فتح کر لیا۔

طارق نے جس تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھکر یہ غیر فانی جملہ اپنی زبان سے ادا کیا تھا، بعد فتح اندلس، اس کے لوہے کو پگھلایا اور فولاد کی کثیر مقدار میں ملاکر، اس مرکب سے بہت سی تلواریں بنائیں